محمد عمار خان ناصر

”میزان“ ـــــ توضیحی مطالعہ

(۲)

حدود و تعزیرات

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جلاوطن کرنا

”اِس سزا کے لیے 'اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، یعنی یہ کہ اُنھیں علاقہ بدر کر دیا جائے۔... قرآن کے الفاظ کا تقاضا ہے کہ عام حالات میں یہ سزا اِسی صورت میں دی جائے، لیکن کسی وجہ سے اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجرم کو کسی خاص علاقے میں پابند یا اُس کے گھر میں نظر بند کر دینے سے بھی حکم کا منشا یقیناً پورا ہو جائے گا۔“ (میزان ۶۱۴)

یہ رائے مالکیہ اور احناف کے موقف سے ہم آہنگ ہے اور اس کی بنیاد اس نکتے پر ہے کہ مجرم کو ایک علاقے سے جلاوطن کرنے کی مصلحت اسے جرم سے باز رکھنا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مجرم کو جلاوطن کرنے میں بہتری کے بجائے فساد کا خدشہ ہو تو اسے جلاوطن نہ کیا جائے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی کی رائے یہ نقل ہوئی ہے کہ انھوں نے مجرم کو جلاوطن کرنے کو 'فتنہ' سے تعبیر کیا (الشیبانی، کتاب الآثار، رقم ۶۱۴-۶۱۵)، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مجرم کے اصلاح کے بجائے مزید برائی میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ حنفی فقہا اسی کی روشنی میں 'نفی' کی صورت عموماً یہی بیان کرتے ہیں کہ مجرم کو قید کر دیا جائے، کیونکہ اس سزا کا مقصد مجرم کے شر و فساد سے لوگوں کو محفوظ بنانا ہے، جب کہ جلاوطن کرنے سے خدشہ ہے کہ مجرم کو جس علاقے

کی طرف جلاوطن کیا جائے، وہ بھی اس کی شر انگیزی کا نشانہ بن جائیں گے (جصاص، احکام القرآن ۴/ ۵۹)۔ یہی راے مالکی فقہا میں سے قاضی ابو بکر ابن العربی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجرم کو کسی دوسرے علاقے کی طرف جلاوطن کرنا الٹا اس کے لیے مزید جرائم کے ارتکاب میں معاون ہو سکتا ہے، اس لیے اسے قید کر دینا چاہیے، کیونکہ نقل وحرکت کی آزادی سے محروم کر دینا بھی ایک طرح سے جلاوطن کر دینے کے ہی ہم معنی ہے (احکام القرآن ۲/ ۹۹)۔

جراحات کا کفارہ

''یہ کسی شخص کے غلطی سے قتل ہو جانے کا حکم ہے، لیکن صاف واضح ہے کہ جراحات کا حکم بھی یہی ہونا چاہیے۔ چنانچہ اُن میں بھی دیت ادا کی جائے گی اور اِس کے ساتھ کفارے کے روزے بھی دیت کی مقدار کے لحاظ سے لازماً رکھے جائیں گے۔ یعنی، مثال کے طور پر، اگر کسی زخم کی دیت ایک تہائی مقرر کی گئی ہے تو کفارے کے بیس روزے بھی لازماً رکھنا ہوں گے۔'' (میزان ۶۲۳)

قرآن مجید نے قتل خطا کی صورت میں، جب کہ مقتول مسلمان ہو، کفارے کے طور پر ایک غلام آزاد کرنے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مصنف نے اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ اخذ کیا ہے کہ قتل کے علاوہ جراحات کی صورت میں بھی دیت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ کفارے کے طور پر روزے رکھنا لازم ہونا چاہیے۔ فقہی ذخیرے میں بہ ظاہر یہ ایک بالکل منفرد راے ہے۔

دیت کی مقدار

''خطا اور عمد، دونوں میں قرآن کا حکم یہی ہے کہ دیت معاشرے کے دستور اور رواج کے مطابق ادا کی جائے۔ قرآن نے خود دیت کی کسی خاص مقدار کا تعین کیا ہے نہ عورت اور مرد، غلام اور آزاد، مسلم اور غیر مسلم کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھیرائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کے فیصلے اپنے زمانے میں عرب کے دستور کے مطابق کیے۔ فقہ و حدیث کی کتابوں میں دیت کی جو مقداریں بیان ہوئی ہیں، وہ اِسی دستور کے مطابق ہیں۔... قرآن مجید کی ہدایت ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے ہے، چنانچہ اُس نے اِس معاملے میں معروف کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ قرآن کے اِس حکم کے مطابق ہر معاشرہ اپنے ہی معروف کا پابند ہے۔'' (میزان ۶۲۴)

مصنف نے یہاں جمہور اہل علم کے برخلاف مولانا امین احسن اصلاحی کی راے سے اتفاق کیا ہے۔ روایات

سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کی مقدار سو اونٹ مقرر فرمائی۔ فقہی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقریر و تصویب کو شرعی حکم کی حیثیت دی گئی اور دیت کے باب میں سو اونٹوں ہی کو ایک ابدی معیار تسلیم کیا گیا ہے، تاہم مولانا اصلاحی کی راے یہ ہے کہ قرآن مجید نے 'فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ' (البقرہ ۲: ۱۷۸) کے الفاظ سے اس معاملے کو 'معروف' پر مبنی قرار دیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ہدایت کی پیروی میں اپنے دور میں دیت کی وہی مقدار، یعنی سو اونٹ مقرر فرمائی جو اسلام سے پہلے اہل عرب میں رائج تھی۔ چونکہ 'معروف' سے متعلق معاملات زمانہ اور حالات کے تغیر سے اپنے اصل مقصد کو باقی رکھتے ہوئے بدل جاتے ہیں، اس لیے دیت کی ادائیگی کی صورتیں اور اس کی مقدار وغیرہ طے کرنا ار باب اجتہاد کا کام ہے (تدبر قرآن ۲/ ۳۶۱)۔

مصنف نے اس استدلال سے اتفاق کیا ہے اور قرار دیا ہے کہ دیت کی مقدار کی تعیین کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی حیثیت ابدی تشریع کی نہیں، بلکہ ایک اصولی شرعی حکم کے، وقتی اور زمان و مکان میں محدود اطلاق کی ہے۔ مصنف نے اس مسئلے کے مبنی بر عرف ہونے کی تائید میں 'فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ' کے علاوہ سورۂ نساء (۴: ۹۲) میں 'دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ' میں اختیار کردہ اسلوب کو بھی پیش کیا ہے۔[1]

زنا کی عبوری سزا

> ''زنا کی سزا کا پہلا حکم سورۂ نساء میں آیا ہے۔ اُس میں کوئی متعین سزا بیان نہیں کی گئی، بلکہ صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ زنا کی عادی قحبہ عورتوں کے لیے جب تک کوئی حکم نازل نہیں ہو جاتا، اُنھیں گھروں میں بند کر دیا جائے اور اِس جرم کے عام مرتکبین کو ایذا دی جائے، یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح پر آمادہ ہو جائیں۔'' (میزان ۶۲۵)

سورۂ نساء (۴) کی آیات ۱۵-۱۶ میں زنا کی ایک عبوری سزا اس وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اس سلسلے میں حتمی احکام بعد میں دیے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالّٰتِيۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآٮِٕكُمۡ فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ ۚ	''اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کرتی ہوں، ان پر اپنے میں سے چار گواہ

۱۔ اس پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے، ہماری کتاب: ''حدود و تعزیرات: چند اہم مباحث''۔

www.javedahmadghamidi.com

فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا. وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں محبوس کر دو، یہاں تک کہ انھیں موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ بیان کر دیں۔ اور تم میں سے جو مرد و عورت بدکاری کا ارتکاب کرتے ہوں، انھیں اذیت دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کرو۔ بے شک، اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔"

ان میں سے پہلی آیت میں صرف خواتین کی سزا، جب کہ دوسری آیت میں زانی مرد اور عورت، دونوں کی سزا بیان کی گئی ہے۔ ان آیتوں کے مفہوم کی تعیین میں مفسرین کو اس الجھن کا سامنا ہے کہ خواتین کی سزا کو پہلے الگ ذکر کرنے اور پھر اس کے بعد مرد و عورت، دونوں کی سزا بیان کرنے کا مقصد اور باعث کیا ہے؟

مفسرین کے ایک گروہ کی رائے میں دوسری آیت میں مردوں کے ساتھ جن خواتین کا ذکر ہوا ہے، وہ وہی ہیں جنھیں پہلی آیت میں گھروں میں محبوس کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ گویا گھروں میں محبوس کرنے کی سزا تو خواتین کے ساتھ مخصوص تھی، جب کہ اذیت کی سزا زانی مرد اور عورت، دونوں کے لیے مشترک طور پر مقرر کی گئی تھی (ابو حیان، البحر المحیط ۳/ ۲۰۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۵/ ۸۷)۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

بعض مفسرین نے اس اشکال کے جواب میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ زیر بحث آیتوں کی نزولی ترتیب قرآن میں ان کی ظاہری ترتیب کے برعکس ہے اور ان میں دوسری آیت جس میں زانی مرد و عورت کو اذیت دینے کا حکم دیا گیا ہے، پہلے نازل ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد پہلی آیت میں خواتین کے لیے محبوس کیے جانے کی مزید سزا مقرر کی گئی (جصاص، احکام القرآن ۳/ ۴۳)۔

ایک رائے یہ ہے کہ 'وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ' میں شادی شدہ خواتین کی سزا بیان ہوئی ہے، جب کہ 'وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا' میں کنوارے زانی اور زانیہ کی (طبری، جامع البیان ۴/ ۲۹۴)۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ پہلی آیت صرف زانی خواتین کی سزا بیان کرتی ہے، جب کہ دوسری آیت صرف مرد زانیوں کی اور یہاں تثنیہ کا صیغہ لانے سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ زانی چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس کے لیے ایک ہی سزا ہے (ابن عطیہ، المحرر الوجیز ۲/ ۲۲۔ ابن العربی، احکام القرآن ۱/ ۴۶۵)۔

ایک رائے یہ ہے کہ پہلی آیت میں وہ صورت زیر بحث ہے جب بدکاری کے فعل پر چار گواہ میسر ہوں اور مقدمے پر باقاعدہ عدالتی کارروائی کی جا سکتی ہو، جب کہ دوسری آیت میں اس صورت کا حکم بیان ہوا ہے جب چار گواہ موجود نہ ہوں (رازی، التفسیر الکبیر ۹/ ۱۹۰)۔

ابو مسلم اصفہانی نے زیر بحث آیات کو زنا کے بجاے لواطت اور 'سحاق'، یعنی خواتین کی ہم جنس پرستی سے متعلق قرار دیا ہے۔ ان کی راے میں 'وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ' میں خواتین کی ہم جنس پرستی کی، جب کہ 'وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا' میں لواطت کی سزا بیان کی گئی ہے (رازی، التفسیر الکبیر ۹/ ۱۸۷)۔

ان تمام توجیہات میں زبان و بیان کے اسالیب کسی نہ کسی پہلو سے نظر انداز ہو جاتے ہیں جس کی تفصیل ہماری کتاب ''حدود و تعزیرات: چند اہم مباحث'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ انھی اشکالات کے تناظر میں قاضی ابن العربی نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ 'هذه معضلة في الآيات لم أجد من يعرفها' (احکام القرآن ۱/ ۴۵۷)، یعنی یہ ایک بے حد مشکل آیت ہے اور مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کا مطلب جانتا ہو۔

صاحب ''تدبر قرآن'' مولانا اصلاحی نے اس کی تاویل میں سابق مفسرین سے ایک بنیادی اختلاف کیا ہے۔ وہ یہ کہ 'وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ' اور 'وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا' میں اسم موصول کا صلہ فعل مضارع کی صورت میں لانے کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے، وہ عربی زبان میں کسی فعل کے نفس وقوع کے بیان کے لیے بھی آ سکتا ہے اور کسی عادت اور معمول کو بیان کرنے کے لیے بھی۔ چنانچہ 'وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ' کا ترجمہ ''وہ عورتیں جو بدکاری کی مرتکب ہوں'' بھی ہو سکتا ہے اور ''وہ عورتیں جو بدکاری کیا کرتی ہیں'' بھی۔ سابق مفسرین نے اس کو پہلے مفہوم پر محمول کرتے ہوئے آیت کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے، جب کہ مولانا اصلاحی کی راے میں ان آیات میں زنا کے عادی مجرم زیر بحث ہیں۔ یہ بات خود آیات کے داخلی قرائن سے واضح ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں زنا کے مرتکب مرد و عورت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ واصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کیا جائے، جس سے واضح ہے کہ ان دونوں کے مابین یاری آشنائی کا تعلق تھا، ورنہ اگر یہ کسی اتفاقی صورت کا ذکر ہوتا تو انھیں سزا دینے کے بعد ان کی مزید نگرانی کرنے اور توبہ و اصلاح کی صورت میں درگذر کی ہدایت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

مولانا کی راے میں یہاں پہلی آیت اس صورت کو بیان کرتی ہے جب زنا کی مرتکب عورت کا تعلق مسلمانوں سے، جب کہ مرد کا تعلق کسی غیر مسلم گروہ سے ہو، جب کہ دوسری آیت میں وہ صورت زیر بحث ہے جب

دونوں مسلمان اور اسلامی ریاست کے قانونی دائرۂ اختیار میں رہتے ہوں۔ دوسری صورت میں مرتکبین کو توبہ و اصلاح کا موقع دینے کی حکمت یہ تھی کہ دونوں فریق اسلامی معاشرہ کی نظر میں تھے اور ان کے اصلاح احوال کی کیفیت لوگوں کے سامنے تھی، جب کہ پہلی صورت میں خواتین کو تا مرگ محبوس کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ دوسرا فریق، یعنی مرد مسلمان معاشرہ کے دباؤ سے بالکل آزاد تھا اور ایسی حالت میں عورت کی سماجی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے توبہ اور اصلاح کا موقع دیا جانا مختلف غیر مطلوب نتائج کا موجب ہو سکتا تھا (تدبر قرآن ۲/ ۲۶۵)۔

مصنف نے مولانا اصلاحی کی رائے کے اس پہلو سے تو اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت زنا کے ان مجرموں سے متعلق نہیں جو کسی وقت جذبات کے غلبے میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، بلکہ دراصل زنا کو ایک عادت اور معمول کے طور پر اختیار کرنے والے مجرموں سے متعلق ہے، البتہ دونوں آیتوں کے باہمی فرق کے حوالے سے ان کی رائے یہ ہے کہ پہلی آیت کا مصداق وہ پیشہ ور بدکار عورتیں ہیں جن کے لیے زنا شب و روز کا شغل تھا، جب کہ دوسری آیت میں ایسے مردوں اور عورتوں کی سزا بیان ہوئی ہے جن کا ناجائز تعلق یاری آشنائی کی صورت میں روزمرہ کے معمول کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ ان کی رائے میں قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر ان میں سے پہلی صورت کو 'مُسٰفِحِيْن' اور 'مُسٰفِحٰت' جب کہ دوسری صورت کو 'مُتَّخِذِيْ اَخْدَانٍ' اور 'مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ' کے الفاظ سے بیان کیا ہے (برہان ۱۲۵- ۱۲۶)۔ گویا پہلی آیت میں صرف خواتین کی سزا کو موضوع بنانے کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ ورانہ بدکاری میں بنیادی کردار خواتین ہی کا ہوتا ہے اور جرم کے سدباب کے لیے اصلاً انھی کی سرگرمیوں پر پہرہ بٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مرد و عورت میں یاری آشنائی کے تعلق کی صورت میں دونوں جرم میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور دونوں ہی کی تادیب و تنبیہ کو قانون کا موضوع بنانا پڑتا ہے۔

مصنف کی اس تاویل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے زنا کی عبوری سزا بیان کرتے ہوئے صرف زنا کے عادی مجرموں کو موضوع بنایا ہے، جب کہ اتفاقیہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اصول تدریج کے تناظر میں اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی معاشرے میں مناسب اخلاقی تربیت کے فقدان اور زنا کے محرکات کی کثرت کے سبب سے کسی جرم کا سدباب فوری طور پر ممکن نہ ہو تو ابتدائی مرحلے پر ہلکی سزاؤں پر اکتفا کرنا اور سزا کے لیے جرم کو عادت اور معمول بنا لینے والے مجرموں پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

زنا کی حتمی سزا

”زانی مرد ہو یا عورت، اُس کا جرم اگر ثابت ہو جائے تو اِس کی پاداش میں اُسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔“ (میزان ۶۲۵)

یہاں مصنف نے جمہور اہل علم کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اس رائے سے اتفاق کیا ہے جو مولانا امین احسن اصلاحی نے پیش کی ہے۔ جمہور فقہا کے نزدیک سورۂ نور میں زنا کی جو سزا بیان کی گئی ہے، وہ غیر شادی شدہ زانیوں کے لیے ہے، جب کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ظاہراً یہ تخصیص بیان نہیں ہوئی، چنانچہ جمہور اصولیین میں سے بعض اس مثال میں حدیث کو قرآن کا بیان قرار دیتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی مراد غیر شادی شدہ زانی کی سزا بیان کرنا ہی ہے اور اس مراد کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ذریعے سے فرمائی ہے۔ بعض دیگر اہل علم اس کو تبیین کے بجاے قرآن مجید کے حکم میں نسخ کی مثال قرار دیتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں ہر طرح کے زانی کی سزا یہی مقرر کی گئی تھی جو قرآن میں مذکور ہے، لیکن بعد میں اس کو تبدیل کر کے شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر کر دی گئی اور یہ نسخ، حدیث کے ذریعے سے عمل میں لایا گیا۔ فقہا کا ایک تیسرا گروہ اس آیت کو کنوارے زانیوں کے ساتھ خاص نہیں کرتا اور کوڑوں کی سزا کو شادی شدہ زانیوں کے لیے بھی عام مانتا ہے، تاہم حدیث کی روشنی میں وہ شادی شدہ زانیوں کے لیے سو کوڑوں کے بعد رجم کی اضافی سزا کا بھی قائل ہے۔

جمہور کے موقف کے برخلاف مولانا اصلاحی کی رائے یہ ہے کہ سورۂ نور کا یہ حکم زنا کی تمام صورتوں کو شامل ہے اور اس میں بیان ہونے والی سزا زنا کی ہر صورت پر یکساں قابل نفاذ ہے۔ چونکہ قرآن نے نفس زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے مجرم کی ازدواجی حیثیت کو موضوع نہیں بنایا اور زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بیان کی ہے، اس لیے قرآن کا مدعا یہی ہے کہ ہر طرح کے زانی کو، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، یہی سزا دی جائے۔ جرم کی نوعیت اور اس کی سنگینی اگر تقاضا کرے تو یقیناً مجرم کو اس کے علاوہ کوئی مزید سزا بھی دی جا سکتی ہے، تاہم اگر جرم صرف زنا ہے تو قرآن کا بیان اس سزا میں کسی اضافے کو قبول کرنے سے مانع ہے۔

جمہور فقہا کے موقف سے مولانا اصلاحی کے اختلاف کی بنیاد اسی نکتے پر ہے کہ ان کے نزدیک حدیث کے ذریعے سے نہ تو قرآن کے حکم میں کوئی تبدیلی کی جا سکتی ہے اور نہ قرآن کے عموم کے اندر سے کسی ایسی چیز کو خارج کیا جا سکتا ہے جو لفظ کے مفہوم میں واضح طور پر داخل ہو۔ مولانا ایسی تخصیص کو نسخ ہی قرار دیتے ہیں، جس کا اختیار

ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھا(مبادی تدبر حدیث ۱۴۱)۔ مولانا کا کہنا ہے کہ سورۂ نور میں مذکور زنا کی سزا کو بعض روایات کی بنا پر غیر شادی شدہ کے ساتھ خاص کرنا اور شادی شدہ کے لیے اس سے الگ ایک مستقل اور اس سے زیادہ سخت حکم مقرر کرنا تبیین نہیں، بلکہ نسخ ہے، کیونکہ الفاظ اور آیت کے اندر اس امتیاز کے لیے کوئی قرینہ یا اشارہ موجود نہیں(ایضاً ۱۴۵)۔

مصنف نے بھی اپنی کتاب ''برہان'' میں سورۂ نور کے اس حکم کی وضاحت اور اس کے تمام زانیوں کے لیے عام ہونے پر تفصیلی گفتگو کی ہے، جس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ قرآن کا اسلوب اس حکم کی کنوارے زانیوں کے ساتھ تخصیص کو قبول نہیں کرتا اور اگر ایسی کوئی تخصیص حکم میں شامل کی جائے تو وہ قرآن کا بیان نہیں ہو سکتی، اسے لازماً قرآن کے حکم میں تغییر قرار دینا پڑے گا جو خود قرآن کے علاوہ کسی دوسری دلیل سے نہیں کی جا سکتی۔ مصنف کے الفاظ یہ ہیں:

> ''عربی زبان کے اسالیب بیان میں اِس کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہے۔ لغت قرآن سے واقف کوئی شخص اِس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ 'اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ' کے الفاظ سے محض کنوارا زانی اور کنواری زانیہ بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ آیت کے الفاظ اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے اِس کی نفی کرتے ہیں۔ جملے کی ترکیب و تالیف اِس سے ابا کرتی ہے۔ کلام کے سیاق و سباق کو اِسے قبول کرنے سے انکار ہے۔ عرف و عادت کی دلالت کی بنا پر اِسے متکلم کا منشا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قاضی عقل بالصراحت اِس کے عدم جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ غرض کسی لحاظ سے اِسے قرآن مجید کے مدعا کی شرح و تبیین قرار دینا ممکن نہیں ہے۔''(برہان ۵۵)

اس حکم کے، تمام زانیوں کے لیے عام ہونے کی تائید میں مصنف نے آیت کے اسلوب کے علاوہ دیگر دو آیات سے بھی استدلال کیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سورۂ نور کی آیت ۲-۳ میں زنا کی سزا بیان کرنے کے بعد آیت ۴-۵ میں پاک دامن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانے والوں کے لیے قذف کی سزا بیان ہوئی ہے اور اس کے بعد آیت ۶-۱۰ میں میاں بیوی کے مابین لعان کا حکم بیان کیا گیا ہے، جس کی رو سے اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اپنے الزام کے سچا ہونے پر پانچ قسمیں کھانا ہوں گی۔ اس کے بعد بیوی اگر زنا کی سزا سے بچنا چاہتی ہے تو اسے بھی اس الزام کے جھوٹا ہونے پر پانچ قسمیں کھانا ہوں گی۔ ارشاد ہوا ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ ''اور (مرد کے قسمیں کھانے کے بعد) عورت

اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ. (النور ۲۴:۸)

سے یہ سزا اس صورت میں ٹلے گی جب وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔"

یہاں شادی شدہ عورت کی سزا کے لیے 'الْعَذَاب' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو معرفہ ہے اور عربی زبان کے قواعد کی رو سے اس سے مراد وہی سزا، یعنی ۱۰۰ کوڑے ہو سکتی ہے جس کا ذکر اس سے پیچھے آیت ۲ میں 'وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ' کے الفاظ سے ہوا ہے۔[2]

۲۔ آیت ۸ میں 'الْعَذَاب' کا مصداق لازماً آیت ۲ میں 'عَذَابَهُمَا' کو قرار دینے کا نکتہ ذرا مختلف سیاق میں اکابر اہل علم نے بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً امام رازی لکھتے ہیں:

الألف واللام الداخلان على العذاب لا يفيدان العموم لأنه لم يجب عليها جميع أنواع العذاب فوجب صرفهما إلى المعهود السابق والمعهود السابق هو الحد لأنه تعالىٰ ذكر في أول السورة "**وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ**" والمراد منه الحد. (التفسیر الکبیر ۲۳/۱۴۶)

"'الْعَذَاب' پر داخل الف لام عموم کا فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ اس عورت پر ہر نوع کا عذاب لازم نہیں، اس لیے 'الْعَذَاب' سے وہی عذاب مراد لینا ضروری ہے جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے اور وہ 'حد' کا عذاب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ کے آغاز میں فرمایا ہے کہ 'وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ' اور یہاں عذاب سے مراد حد ہی کا عذاب ہے۔"

رازی نے یہ بات اصلاً اس تناظر میں لکھی ہے کہ 'الْعَذَاب' کا لفظ لعان سے انکار کرنے والی خاتون کے لیے جس سزا کو بیان کر رہا ہے، اس سے مراد آیا دنیوی سزا ہے یا آخرت کا عذاب، اور ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ 'الْعَذَاب' کا الف لام اسی عذاب، یعنی دنیوی سزا پر دلالت کر رہا ہے جس کا ذکر سیاق کلام میں 'عَذَابَهُمَا' کے لفظ سے ہو چکا ہے۔ ابن قیم نے ایک اور بحث کے تناظر میں اس نکتے کا یوں ذکر کیا ہے:

والعذاب المدفوع عنها بلعانها هو المذكور في قوله تعالىٰ "**وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ**" وهذا عذاب الحد قطعًا فذكره مضافًا ومعرفًا بلام العهد فلا يجوز أن ينصرف إلى عقوبة لم تذكر في اللفظ ولا دل عليها بوجه ما من حبس أو غيره. (زاد المعاد ۹۷۸)

www.javedahmadghamidi.com www.almawrid.org

سورۂ نور کی مذکورہ آیت کی طرح سورۂ نساء(۴) کی آیت ۲۵ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص آزاد عورت سے نکاح کی مقدرت نہ رکھتا ہو تو وہ کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے۔ یہاں شادی شدہ لونڈی کے لیے بدکاری کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

فَاِذَآ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ.

”پھر جب وہ قید نکاح میں آجائیں اور اس کے بعد بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان کو اس سے آدھی سزا دی جائے جو آزاد عورتوں کو دی جاتی ہے۔“

کلام کے اسلوب سے واضح ہے کہ متکلم ’الۡعَذَاب‘، یعنی زنا کی ایک متعین اور معہود سزا سے آدھی سزا دینے کی بات کر رہا ہے اور یہ اشارہ سورۂ نور میں بیان کردہ سزا کی طرف ہے جہاں کسی قسم کی تفریق کے بغیر زنا کی ایک ہی سزا بیان کی گئی ہے۔ یوں ’نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ‘ کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ متکلم کے نزدیک آزاد عورتوں کے لیے زنا کی ایک ہی سزا ہے اور وہ ایسی ہے جس کی تنصیف ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ رجم کی سزا اس کا مصداق نہیں ہو سکتی۔

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ ’اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيۡ‘ کے عموم کے علاوہ سورۂ نور کی آیت ۸ میں ’يَدۡرَؤُا عَنۡهَا الۡعَذَابَ‘ اور سورۂ نساء کی آیت ۲۵ میں ’نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ‘ کے الفاظ بھی شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے ہی کی سزا پر دلالت کرتے ہیں۔

”یہاں لعان کے ذریعے سے عورت سے جس سزا کے ٹلنے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ وہی ہے جو اس سے قبل ’وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‘ میں مذکور ہے۔ اس سے مراد لازماً زنا کی مقررہ سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کا ذکر اضافت کے ساتھ (عَذَابَهُمَا) کیا ہے اور اس کے بعد لام عہد (الۡعَذَاب) کے ساتھ۔ چنانچہ ’الۡعَذَاب‘ سے مراد کوئی ایسی سزا، مثلاً عورت کو قید کر دینا وغیرہ ہو ہی نہیں سکتی جس کا پیچھے نہ الفاظ میں ذکر ہوا ہے اور نہ اس پر کسی قسم کا کوئی قرینہ پایا جاتا ہے۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com